اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کے لئے مقرر کردہ

ذبیحہ حلال ہے

تالیف

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرّہٗ

تقدیم

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرّہٗ

محشی

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قدس سرّہٗ

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : ذبیحہ حلال ہے

مؤلف : علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ

محشی : حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی قدس سرہ

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

تقدیم : حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرہ

سن اشاعت : رجب ۱۴۲۹ھ۔ جولائی ۲۰۰۸ء

تعداد اشاعت : ۲۸۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیشِ لفظ

نحمدہ و نصلّی و نسلّم علی رسولہ الکریم و علٰی الہ و اصحابہ اجمعین

اسلام کے نام پر مسلمانوں میں غلط عقائد کا رواج، فاسد نظریات کا پرچار تو قدیم سے جاری ہے مگر سرزمینِ ہند و پاک میں ایک مخصوص گروہ ایک لمبے عرصے سے اہلِ حق کے بعض معمولات کو شرک بتانے اور بعض کو بدعت قرار دینے میں مصروف عمل ہے، اور حلال کو حرام قرار دینا اُن کا شوق ہے۔ اُن میں سے ایک مسئلہ اس جانور کا بھی ہے کہ جسے لوگ کسی بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لئے خریدتے یا پالتے ہیں اور وہ گروہ اس جانور کو حرام قرار دیتا ہے اور قرآن کریم کی آیت ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کی غلط تفسیر و تشریح کر کے اسے تحریم کی دلیل کے طور پیش کرتا ہے اس کے جواب میں علماء حقہ کے متعدد تصانیف موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے تقدیم میں اور مَیں نے حواشی میں کیا ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ ''ذبیحہ حلال ہے'' کے نام سے ایک عرصہ قبل لاہور سے شائع ہوا جس میں ایک تقدیم اور دو فتاویٰ اور علامہ محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ حواشی تھے، جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت میں ان میں صرف ایک فتویٰ بمعہ تقدیم و حواشی اور مزید چند حواشی کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لئے ذریعۂ نجات بنادے۔

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

تقدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

عامۃ المسلمین میں سے بعض لوگ بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پالتے ہیں تاکہ ختم شریف کے موقع پر اُسے ذبح کیا جائے، پوچھنے پر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے نام کا جانور ہے، غیر مقلدین اور دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہوگیا اور حرام بھی ایسا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ علماءِ اہلسنّت کا موقف یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرتا ہے اور اسی کے لئے جانور کا خون بہاتا ہے اور اسی کی رضا کے لئے گوشت پکا کر بندگانِ خدا کو کھلاتا ہے اور اس سارے عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسے حرام قرار دیا جائے۔

اس مسئلے پر اس وقت چند رسائل راقم کے پیشِ نظر ہیں جن میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے:

۱۔ سُبُلُ الْاَصْفِيَاءِ فِیْ حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْاَوْلِيَاءِ (۱۳۱۲ھ) تصنیف امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ نورانی بکڈپو، جمشید پور، انڈیا (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

۲۔ قلمی فتویٰ: از علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری

اس کا مختصر سا تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ اِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللّٰهِ فِیْ بَيَانِ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ از حضرت مہر ولایت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، شائع کردہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

۴۔ تَصْرِیْحُ الْمَقَال فِیْ حَلِّ اَمْرِ الْاِهْلَال از غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، اجمیری کتب خانہ، ملتان (۱۹۵۸ء)(۱)

مخالفین اپنی تائید میں "تفسیر عزیزی" کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں وہی کچھ کہا ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند اُمور قابلِ توجہ ہیں:

(۱) تمام مستند مفسّرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (۲)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے اس طرح کیا ہے:

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح دے بغیر خدا (۳)

اور وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا جائے۔

اسی طرح سورۂ مائدہ آیت ۳ اور سورۂ نحل آیت ۱۱۵ کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے جب آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ہے تو یہ فتویٰ کسی طرح درست نہیں ہوسکتا کہ جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کردی گئی ہو تو وہ حرام ہے اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی

۱۔ ان چار رسائل کے علاوہ احقر کے دادا استاذ مفتی اعظم سندھ حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی علیہ الرحمہ کا اسی موضوع پر چالیس صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی رسالہ "زَوَالُ الْاِشْتِبَاه فِیْ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" المعروف "تفسیر مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے نام سے ہے جو حضرت علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر حضرت مولانا غلام محمد نعیمی علیہ الرحمہ نے ۱۹۸۷ء میں مکتبہ مجددیہ نعیمیہ، ملیر، کراچی سے شائع کیا۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۲۔ البقرہ: ۲/۱۷۳

۳۔ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن

نام لیا جائے۔

(۲) شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی، صاحب تفسیر مُجدّدی معروف بہ تفسیر رؤفی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔(۴)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے تفسیر عزیزی کی اس عبارت ہی کو الحاقی قرار دیا ہے، اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مخالفین، حق و صداقت کو چھپانے اور اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے ایسی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:

> شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ساتھ تو ابتداء ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و الحاق کیا گیا، اس کے علاوہ ان کی طرف بر سبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کردی گئیں۔ (۱) قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسنین، (۲) جنۃ العالیہ فی مناقب المعاویہ، (۳) البلاغ المبین، (۴) تحفۃ الموحدین، (۵) اشارۂ مسترہ، (۶) قول سدید۔ شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفہ اثناء عشریہ کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کئے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے، شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے برأت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔(۵)

القول الجلی، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی مستند اور مصدّقہ سوانح حیات ہے عرصہ دراز تک اسے پردۂ خفا میں رکھا گیا اور اسے شائع کرنے سے گریز کیا گیا، کیونکہ پروپیگنڈے اور خود ساختہ تاریخ کی بنیاد پر شاہ صاحب کو جس مسلک کا نمائندہ بنا کر پیش

۴۔ انہوں نے اپنا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے: رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحییٰ بن مجدد الف ثانی۔ تفسیر رؤفی، ج ۱ ص ۴

۵۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید، القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۳۵، ۳۶

کیا گیا تھا یہ کتاب اس کی نفی کرتی تھی لیکن حق بھی کبھی چھپانے سے چھپا ہے وہ تو کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے، یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔ (۶)

اب اصل مطلب کی طرف آیئے، شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾

اور جو جانور ذبح کیا جاوے بنام غیر خدا۔

معلوم ہووے کہ اکثر لوگوں کو اس آیت کے معنی میں مُفسِدوں کے بہکانے میں شک پڑتا ہے، سو ہم یہاں اس کی تفصیل احقاق الحق (کتاب کا نام ۱۲ ق ن) میں سے کئی تفسیروں کی عبارت کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے ''جلالین''، ''تفسیر حسینی''، ''تفسیر بیضاوی''، ''کشاف''، ''مدارک''، ''تفسیر جامع البیان''، ''تفسیر دُرِّ منثور''، ''معالم التنزیل'' اور ''تفسیر احمدی'' کی عبارتیں ترجمہ سمیت نقل کی ہیں، ان تمام تفسیروں میں آیت مبارکہ کا وہی مطلب بیان کیا گیا جو شاہ رؤف احمد نے بیان کیا ہے اس کے بعد انہوں نے جو کچھ لکھا ہے توجہ اور چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے، فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ ''تفسیر فتح العزیز'' میں کسی عَدُو (دشمن) نے الحاق کر دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہوگئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے

۶۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید، القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۴

کے واسطے بالکل نہیں ہوتا، سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے''۔

خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کبھی ایسا سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے، اور ان کے مُرشد اور استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ''فوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں ﴿مَا اُهِلَّ﴾ کا معنی مَا ذُبِحَ لکھا ہے، یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بُت کا نام لیوے سو حرام ہے اور مردار کے جیسا ہے سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔ بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیران پیر کی نیاز اور ہر ایک شہداء اولیا، کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے، واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ (۷)

اب تو وہ بنیاد ہی ختم ہوگئی جس پر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(۳) غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی نے ''تفسیر عزیزی'' اور ''فتاوی عزیزی'' کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالہ مبارکہ ''تَصْرِیْحُ الْمَقَالِ فِیْ حِلِّ اَمْرِ الْإِهْلَالِ'' سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''تفسیر عزیزی'' میں انواعِ شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس کے

۷۔ رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ، تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۵/ ۱۸۸۷ء) ج ا ص ۱۳۹،
نوٹ: تفسیر رؤفی دو جلدوں میں ہے اور اس کا قدیم نسخہ بیت القرآن، عقب عجائب گھر، لاہور میں موجود ہے ۱۲ اشرف

نوٹ دیگر: اور تفسیر رؤفی کی نقل جمعیت اشاعت اہلسنت کی لائبریری میں موجود ہے ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

متعلق محدّث دہلوی نے فرمایا: چوتھا گروہ پیر پرست ہے، جب کوئی بزرگ کمالِ ریاضت اورمجاہدہ کی بناپر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اورمقبول شفاعت کرنے والا ہوکراس جہان سے رخصت ہوجاتا ہےتو اس کی روح کوبڑی قوت ووسعت حاصل ہو جاتی ہے، جوشخص اس کےتصورکوواسطۂ فیض بنالے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پرسجدہ اورتذلّل تام کرے۔(اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

یا درمکانِ نشست وبرخاست او،یابر گورِاوسجودوتذلیل تام نماید

تو اس بزرگ کی روح وسعت اوراطلاق کےسبب (خودبخود) اس پرمطلع ہوجاتی ہےاوراس کےحق میں دنیا اورآخرت میں شفاعت کرتی ہے۔(۸)

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جوقبروں پر تذلّلِ تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا، علامہ شامی فرماتے ہیں:

اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخُضُوعِ و التَّذَلُّلِ (۹)

خضوع اورتذلّل (تام) کوعبادت کہتے ہیں۔

آج کل کےخوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کےعقیدت منداہل سنّت و جماعت کوپیرپرست قراردے کرمشرک قراردیتے ہیں، حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اورانتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئےنہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کاروئےسخن اُس گروہِ مشرکین کی طرف ہے، ان کاطریقہ یہ تھا کہ جانورکی جان دینے کی نذرشیخ سدّو وغیرہ کے لئے مانتے اوراس کی تشہیرکرتے تھے، پھراسی نیت کےتحت شیخ سدّو وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبیحہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتا، کم فہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نےمحض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بناپر ان جانوروں کو

۸۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، تفسیرعزیزی، سورۃ البقرۃ (لال کنواں دہلی)، ص ۱۲۷

۹۔ ابن عابدین شامی، علامہ، ردّ المحتار (مصطفیٰ البابی، مصر) جلد ۲، ص ۲۵۷

حرام قراردیاہے حالانکہ یہ قطعاً باطل ہےاورشاہ صاحب پر بہتان صریح ہے۔

شاہ صاحب نے "تفسیرعزیزی" میں اپنے مؤقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں:

پہلی دلیل: یہ حدیث ہے:مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ ،معلون ہےجس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل: دوسری دلیل عقلی ہے، اس میں یہ تصریح ہے "وجانِ ایں جانور ازاں غیرقراردادہ کشتہ اند" اس جانورکی جان غیرکی ملک قراردے کراس جانورکوذبح کیاہے، اس عبارت میں دوباتیں ہے:(۱) جانورکی جان غیر کے لئے مملوک قراردی، (۲) اس کوذبح کیا۔صاف ظاہر ہے کہ اس جانورمیں اس لئےخبث پیدا ہواکہ اسے غیر کے لئے ذبح کیاگیاہے۔

تیسری دلیل: "تفسیرنیشاپوری" کی ایک عبارت ہےجس کاترجمہ یہ ہے کہ علماء کااس پراتفاق ہے کہ اگرکسی مسلمان نے کوئی جانورذبح کیااوراس کےذبح سے غیراللہ کاتقرب (بطورعبادت) مقصودہوتووہ مرتد ہوگیا اوراس کاذبیحہ مرتد کاذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کےتقرب کی نیت سے ذبح کاذکر ہے،ثابت ہواکہ شاہ صاحب محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کےنسبت کےمشہورکردینےکوحرمت کاسبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کےنزدیک غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے جانورحرام ہوتا ہے اور یہی تمام اُمّتِ مسلمہ کاعقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے ﴿اُهِلَّ﴾ کاترجمہ اگرچہ اصل لغت کے اعتبار سے یہ کیا کہ آوازدی گئی ہواورشہرت دی گئی ہو، لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہےجس پر ذبح واقع ہو، چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئےفرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ میں ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ میں ﴿بِهٖ﴾ ، ﴿لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے پہلے ہے جب کہ سورۂ مائدہ،

انعام اور نحل میں ﴿لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ پہلے ہے اور ﴿بِہٖ﴾ مؤخر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ باءفعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باءفعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو، اس جگہ تو باء اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے، دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے جو جائے انکار ہے۔

پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ۔(۱۰)

لہٰذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے۔

اب اگر ﴿اُھِلَّ﴾ سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورۂ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے، حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے بلکہ ﴿اُھِلَّ﴾ ہی کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک ﴿لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کا مراد ی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔

مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو، سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ذبیحہ کی حلّت اور حُرمت کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے، اگر تقرب اِلی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور دوسرے جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام۔(۱۱)

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام نہیں کہا اگر محض تشہیر اور نذر لغیر اللہ موجب حُرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر دارومدار ہے۔

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی تحقیق کا، یاد رہے کہ یہ

۱۰۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، تفسیر عزیزی، البقرہ، ص۶۱۱

۱۱۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی، دہلی ۱۳۲۲ھ) ج ا ص ۴۱

گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ عبارات حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی ہیں، اور اگر ان عبارات کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مُجدّدی نے فرمایا ہے تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ذیل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے فتاویٰ کی روشنی میں ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو اس مسئلہ کو سمجھنے میں مدد دے گا، شاہ صاحب فرماتے ہیں:

حاجت برآری کے لئے جو اولیاءکرام کی نذر معمول اور مروّج ہے، اکثر فقہاء اس حقیقت تک نہیں پہنچتے، اسے اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کرکے شقوں کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مَصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے، لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس نذر میں کھانا کھلانے، خرچ کرنے اور مال صرف کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا اپنے ذمہ لازم کیا جاتا ہے، اور یہ اَمر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے کہ حضرت اُمّ سعد وغیرہ کا حال ''صحیحین'' میں وارد ہے، پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچانا مقصود ہے، اور ولی کا ذکر عملِ منذور کی تعیین کے لئے ہے (یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے۔۱۲ ق ن) نہ کہ مَصرف بیان کرنے کے لئے، نذر ماننے والوں کے نزدیک اس نذر کا مَصرف اس ولی کے مُتوسّلین ہوتے ہیں مثلاً رشتے دار، خدام اور پیر بھائی وغیرہ، بلاشبہ نذر ماننے والوں کو مقصد یہی ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اسے پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا یا شفیع غالب اعتقاد کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد

تک پہنچادے گا، لیکن یہ عقیدہ الگ چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔(۱۲)

چشمِ انصاف سے دیکھئے! عامۃ المسلمین جب یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا سیدنا غوث اعظم کے نام کا ہے تو ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُسی کا نام لے کر ذبح کیا جائے گا اس کا گوشت بندگانِ خدا کو کھلا کر ثواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روحِ پُرفتوح کو پہنچایا جائے گا، اس عمل سے بکرا کیوں حرام ہوجائے گا؟ اور وہ شخص کیوں مشرک ہوجائے گا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر ایسی نذر مانی گئی تو وہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے۔

حضرت عالمگیر کے استاذ اور مشہور درسی کتاب ”نور الانوار“ کے مُصنّف حضرت ملا جیون آیت مبارکہ ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

وَ مِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِیَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِیْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَیِّبٌ (۱۳)

یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ گائے جس کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی جائے جیسے کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے۔

(۴) اس جگہ ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو مشرکین اپنے معبودوں کے لئے مختص کردیتے تھے اور اس کی تشہیر بھی کرتے تھے تاکہ ان جانوروں کا احترام کیا جائے، قطعی بات ہے کہ وہ مشرکانہ عقیدے کی بنا پر ایسا کرتے تھے، ہمارے مخالفین کے نزدیک وہ جانور لازمی طور ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہوں گے اس کے باوجود ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو ان کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے والوں کو زجر فرمائی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

۱۲۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی)، جلد ا ص ۱۲۱،۱۲۲

۱۳۔ ملا جیون، علامہ، تفسیرات احمدیہ (مکتبہ رحیمیہ، دیوبند)، ص ۴۲

﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ﴾ (۱۴)

تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ان جانوروں سے نہیں کھاتے جن پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

علامہ ابو السعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار فرمایا ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے کھانے سے اجتناب کا سبب ہو۔(۱۵)

اللہ اکبر! کافروں نے جن جانوروں کو مشرکانہ طور پر اپنے معبودانِ باطلہ کے لئے مختص کردیا ہو انہیں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو اُن کا کھانا حلال اور عامۃ المسلمین اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب، فاتحہ اور نذر عُرفی کے لئے مخصوص کردہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام ذبح کریں تو ان کا کھانا حرام، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے؟

علامہ الہند مولانا معین الدین اجمیری کا فتویٰ

۱۳ جون ۱۹۹۰ء کو برادر محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ بذریعہ بحری جہاز حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو راقم انہیں رخصت کرنے کے لئے کراچی گیا، ان کی واپسی پر استقبال کے لئے دوبارہ ۱۹/اگست کو کراچی جانے کا اتفاق ہوا، دونوں دفعہ آمد و رفت کے موقع پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا انتظام جناب سیٹھ عرفان عمر صاحب (لاہور) نے کیا اور قیام کے لئے تاج محل ہوٹل کا کمرہ ریزرو کرایا، شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی اور دار العلوم نعیمیہ، کراچی کے علماء نے پُرتپاک استقبال کیا، مولانا قاری محمد اسماعیل سیالوی اور ان کے شاگرد رشید جناب عمر فاروق

۱۴۔ ۶/۱۱۹

۱۵۔ ابو السعود، امام، تفسیر ابو سعود (احیاء التراث العربی، بیروت)، ج ۳، ص ۱۷۹

سیالوی، کیپٹن نیوی نے روانگی اور واپسی پر اتناپُرخلوص تعاون کیا کہ اسے بھلایانہیں جا سکتا، دونوں دفعہ کیپٹن صاحب راقم کو بحری جہاز کے اندر لے گئے اور مسلسل ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزاءِ خیر عطافرمائے۔

اسی سفر میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے بھتیجے جلیل القدر فاضل حکیم نصیر الدین مدظلہ العالی نظامی دواخانہ، شاہراہ قائدین، کراچی سے ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو علامۃ الہند کے غیر مطبوعہ فتوے کا ذکر آگیا، حکیم صاحب نے بتایا کہ دار العلوم دیوبند سے ایک فتویٰ بغرض تصدیق علامۃ الہند کے پاس آیا، فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ اولیاءِ کرام کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور حرام ہے، علامۃ الہند نے فرمایا: مجھے اس فتوے سے اتفاق نہیں ہے اس لئے تصدیق نہیں کرسکتا، حضرت کے شاگرد مولانا منتخب الحق (سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی) نے درخواست کی کہ اگر آپ کو اس فتوے سے اختلاف ہے تو آپ اپنا مؤقف تحریر فرمادیں، اس طرح یہ فتویٰ تحریری طور پر معرض وجود میں آیا۔

عبد الشاہد خان شروانی اس فتوے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ میں حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی نے حُرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کرلیا جو کسی بزرگ کے فاتحہ وغیرہ کے نام سے موسوم و متعین ہوجائیں، مولانا (معین الدین اجمیری) کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا، اس پر ایک مبسوط محققانہ مضمون بھی لکھا تھا جو ضائع ہوگیا، اور روز افزوں صحت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقعہ نہ دیا۔ (۱۶)

لازمی بات ہے اس متاعِ گم گشتہ کی بازیابی کی اطلاع سے خوشی ہوئی، حکیم صاحب نے بتایا کہ اس فتوے کی اصل کاپی عامر عثمان ایڈیٹر ماہنامہ تجلّی، دیوبند بغرض اشاعت لے گئے لیکن انہوں نے یہ فتویٰ شائع نہیں کیا، البتہ اس کی فوٹو کاپی حکیم سید محمود احمد برکاتی

۱۶۔ عبد الشاہد شروانی، باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۷۸ء)، ص ۲۱۹، ۲۲۰

(کراچی) کے پاس موجود ہے، راقم کی درخواست پر برکاتی صاحب نے ایک فوٹو کاپی مجھے فراہم کردی۔

یہ فتویٰ باریک قلم سے لکھا گیا تھا فوٹو کاپی بھی صاف نہ تھی اس لئے اس کا پڑھنا بڑا دشوار تھا، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فاضل مدرس مولانا غلام نصیر الدین چشتی نے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا، مولانا حافظ محمد رمضان خوشنویس نے کتابت کی، اس طرح یہ غیر مطبوعہ فتویٰ چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے ''سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیا''، موضوع کی مناسبت کے پیش نظر دونوں فتوے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے اکٹھے شائع کئے جارہے ہیں (۱۷)، رضا اکیڈمی کے اراکین اور معاونین اس علمی پیش کش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہے، مقامِ صد شکر ہے کہ رضا اکیڈمی، لاہور نے مختصر عرصے میں علمی اور اشاعتی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر علمی حلقوں نے نہایت حوصلہ افزا تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ — محمد عبد الحکیم شرف

۱۲/ نومبر ۱۹۹۱ء — قادری نقشبندی (۱۸)

۱۷۔ لیکن جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اس کو اپنے مفت سلسلۂ اشاعت کے 171 نمبر پر شائع کر رہی ہے اور ان دونوں فتاویٰ میں سے صرف ایک فتویٰ، جسے مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ نے تحریر کیا، نئے سرے سے کتابت کرا کر شائع کر رہی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا فتویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' میں موجود ہے اس لئے اس سے استفادہ آسان ہے ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۱۸۔ یاد رہے کہ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی اہلسنت کے بہت بڑے حنفی عالم تھے، آپ نے اپنی زندگی علم دین کی خدمت میں گزاردی، ساری زندگی پڑھاتے اور لکھتے لکھاتے صرف کی، بعد میں آنے والوں کے لئے شاگردوں اور گرانقدر تصنیفات، تالیفات اور حواشی و تعلیقات وغیرہا کی صورت میں عظیم سرمایہ چھوڑ گئے، حضرت ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ کو اس فانی جہان سے کوچ فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

فتویٰ

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرّہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدهٗ و نصلّی و نسلّمُ علٰی رسوله الكريم و علٰی اٰله
و اصحابه اجمعين

الجواب هو الموفّق للصواب

جب کہ ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا تو ذبیحہ حلال ہے خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو ذبیحہ کی حلّت و حرمت کا مدار نیت اور نذر پر نہیں بلکہ ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ'' (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر ہے) باستثناء ایک خاص صورت کے جس کا ذکر آئے گا اگر ذبح کے وقت یہ ہو گیا تو حلال ورنہ حرام۔

اِھلال کے معنی تمام تفاسیر میں یہی لکھے ہیں ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ'' (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا) لغت کی تمام کتابیں اس کی تائید میں ہیں۔ خود مُحَرِّمِیْن ذبیحہ حلال کو بھی اس کا اعتراف ہے، (۱) پھر خواہ مخواہ نیت و نذر کی بحث کو دخل دے کر محض اپنے قیاس و رائے سے اس ذبیحہ کو حرام قرار دینا جس پر ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا گیا، سراسر نا انصافی و کج بحثی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ذبح کے وقت ''قول'' کا اعتبار کیا ہے یا ایسے ''فعل'' کا جو عام طور پر مشرکین کرتے تھے، نیت و نذر ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلّت و حرمت کے بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی، ''شامی'' و ''عالمگیری'' میں ہے:

۱۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے بھی اس کے معترف ہیں۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

وَ لَوْ سُمِعَ مِنْهُ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى لٰكِنَّهٗ عَنٰى بِاللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ الْمَسِيْحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا تُؤْكَلُ اِلَّا اِذَا نَصَّ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (۲)

(ترجمہ) اگر نصرانی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سُنا گیا لیکن اُس نے لفظ ''اللہ'' سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا تو مشائخ نے کہا ہے کہ ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے، مگر جب کہ وہ یہ تصریح کر دے کہ بنام اس خدا کے جو تین خداؤں میں سے ایک ہے تو اب ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

دیکھئے! نیت کس قدر مشرکانہ ہے؟ کہ لفظ اللہ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا گیا، باوصف اس کے عام طور پر فقہاء کرام ایسے ذبیحہ کی حلّت کا فتویٰ دے رہے ہیں، شیخ سدّو کے بکرے اور کبیر اولیاء کی گائے کی صورت میں صرف نامزدگی ہے لیکن ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا اور وہی اس سے مراد بھی ہے، پس یہ صورت جو ''شامی'' و ''عالمگیری'' میں ذکر کی گئی ہے اس سے زیادہ تیز ہے کہ یہاں عین ذبح کے وقت لفظ (اللہ) سے غیر اللہ مراد لیا جا رہا ہے، جب یہ ذبیحہ تک فقہاء کے نزدیک حلال ہے تو وہ ذبیحہ کیونکر حلال نہ ہوگا؟ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔

اب اس سے بڑھ کر تصریح سنئے، ''فتاویٰ عالمگیری'' جلد نمبر ۵ مطبوعہ مصر میں ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوْسِيِّ لِبَيْتِ نَارِهِمْ اَوِ الْكَافِرِ لِاٰلِهَتِهِمْ تُؤْكَلُ لِاَنَّهٗ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى، كَذَا فِي ''التَّتَارْخَانِيَة'' نَاقِلًا عَنْ ''جَامِعِ الْفَتَاوٰى'' (۳)

(ترجمہ) مسلمان نے آتش پرست کی بکری ان کے آتشکدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری ان کے بتوں کے لئے ذبح کی تو وہ حلال ہے، کھائی

۲۔ الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور) جلد ۵ ص ۲۸۵

۳۔ الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور)، جلد ۵ ص ۲۸۶

جائے گی کیونکہ مسلمان نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا ہے،

ایسا ہی ''تاتارخانیہ'' میں ''جامع الفتاویٰ'' سے منقول ہے۔

دیکھئے! آتش پرست اور کافر کی بکری خاص آتشکدہ اور بتوں کے ذبح کی جا رہی ہے، باوصف اس کے فقہاءِ کرام اس کی حلّت کا فتویٰ محض اس بناپر صادر فرما رہے ہیں کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کردیا گیا، یہاں مسلمان محض آلۂ کار ہے، اصل نیت ونذر کافروں کی ہے جن کو وہ اپنی جانب سے تبدیل بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ بکری کسی کی اور نیت ونذر دوسرے کی، جب ایسا ذبیحہ جس میں نیت محض مشرکانہ اور غیر اللہ کی نذر کے ساتھ بتوں کا تقرب بھی ہے، محض اللہ کا نام عندالذبح لینے سے فقہاءِ کرام کے نزدیک حلال ہے تو اس سے بداہتہً معلوم ہوا کہ وہ حلّت ذبیحہ کے بارے عندالذبح ذکر اللہ کو کافی سمجھتے ہیں اور نیت ونذر کو اس باب میں کوئی دخل نہیں دیتے وہ صرف منطوقِ قرآن کریم کے پابند ہیں اور اس سے محض وہی ذبیحہ حرام ہے جس میں غیر اللہ کا ذکر بلند آہنگی کے ساتھ لیا گیا ہو، نیت ونذر کو جب قرآن نے دخل نہیں دیا تو فقہاءِ کرام اپنی جانب سے محض قیاس اور رائے کی بناپر نیت ونذر کا اضافہ کر کے ایک حلال ذبیحہ کو کیونکر حرام کرسکتے ہیں؟ وہ منطوق قرآن سے سرِ مُوتجاوز نہیں کرنا چاہتے۔

اسی وجہ سے نیت ونذر اور تقرب غیر اللہ کی صورتوں کو لکھ کر جن میں عندالذبح اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے، قرآن کریم کے اطلاق کو انہوں نے ذہن نشین کیا ہے۔

یہ مسئلہ کہ نیت وارادہ کو حلّت وحُرمتِ ذبیحہ میں دخل نہیں عام علماءِ کرام کے نزدیک اس قدر طے شدہ ہے کہ اس پر امام رازی، ''تفسیر کبیر'' میں ایک اعتراض وارد کر کے اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

اَلثَّالِثُ (اَیِ الْاِعْتِرَاضُ الثَّالِثُ) اَنَّ النَّصْرَانِیَّ اِذَا سَمَّی اللّٰہَ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ بِہِ الْمَسِیْحَ فَاِذَا کَانَتْ اِرَادَتُہٗ لِذٰلِکَ لَمْ

تُمْنَعْ حِلُّ ذَبِیْحَتِہٖ مَعَ اَنَّہٗ یُھِلُّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَکَذٰلِکَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ حُکْمُہٗ اِذَا اَظْھَرَ مَا یُضْمِرُہٗ عِنْدَ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ اِرَادَتِہِ الْمَسِیْحَ وَ الْجَوَابُ عَنْہُ اَنَّا اِنَّمَا کُلِّفْنَا بِالظَّاھِرِ لَا بِالْبَاطِنِ فَاِذَا ذَبَحَہٗ عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ وَجَبَ اَنْ یَّحِلَّ وَ لَا سَبِیْلَ لَنَا اِلَی الْبَاطِنِ (۴)

(ترجمہ) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جب نصرانی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مسیح علیہ السلام کا ارادہ کرے اور نیت وارادہ ذبیحہ کے حلال ہونے میں مُخل نہیں باوصف اس کے کہ وہ غیر اللہ کا ارادہ کر رہا ہے تو چاہئے کہ اس کا حکم بھی یہی ہو جب کہ دل کی بات ظاہر کردے (اور صراحۃً مسیح علیہ السلام کا نام لے لے) اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ظاہر کے ساتھ مکلّف ہیں نہ کہ باطن کے ساتھ، پس جب کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے تو واجب ہے کہ ذبیحہ حلال ہو اور باطن پر اطلاع ہمارا کام نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کی حلّت وحُرمت کا مدار ظاہر پر ہے نہ کہ باطن پر، بعض اکابر تابعین (۱) عطاء ابن ابی رباح، (۲) مکحول شامی، (۳) حسن بصری، (۴) عامر شعبی، (۵) افضل التابعین سعید ابن المسیّب، تو ظاہر کو بھی باطن کی طرح نظر انداز کرتے ہیں، ان کے نزدیک صرف وہ ذبائح حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے جائیں اور ان کے سامنے ذبح کئے جائیں وہ کہتے ہیں ﴿مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ سے ﴿ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ بتوں کے سامنے ذبح کرنا مراد ہے۔ پس جو ذبائح بتوں کے سامنے ذبح کئے جائیں گے صرف وہی حرام ہوں گے، باقی ہر ایک قسم کے ذبائح ان کے نزدیک حلال ہیں، یہاں تک کہ اگر ذبح کے وقت کوئی نصرانی مسیح علیہ السلام کا نام بھی ذکر کردے (حضرت مسیح کی نیت تو بجائے خود رہی) تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔ ''تفسیر کبیر'' میں ہے:

۴۔ تفسیر کبیر، جلد۲

مِنَ النَّاسِ مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ ذَبَائِحُ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَذْبَحُوْنَ لِاَوْثَانِھِمْ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ وَ اَجَازُوْا ذَبِیْحَةَ النَّصْرَانِیِّ اِذَا سَمّٰی عَلَیْھَا بِاسْمِ الْمَسِیْحِ وَ ھُوَ مَذْھَبُ عَطَاءٍ وَ مَکْحُوْلٍ وَ الْحَسَنِ وَ الشَّعْبِیِّ وَ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ (۵)

(ترجمہ) بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ سے وہ ذبائح مراد ہیں جو مشرکین بتوں پر چڑھاتے تھے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ یعنی وہ جانور حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے گئے ہوں۔ (ان حضرات نے اپنے اسی خیال کی بناء پر) نصرانی کے اس ذبیحہ تک کو حلال قرار دیا ہے جس پر مسیح کا نام ذکر کیا جائے، یہ مذہب عطاء بن ابی رباح، مکحول، حسن بصری، شعبی، سعید بن المسیب کا ہے۔

یہ حضرات ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کو بھی حلال کہتے ہیں جس طرح اس کے برعکس عہد حاضر کے بعض علماء (جن میں یہ حضرات مقلّین بھی شامل ہیں) ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ سے متجاوز ہیں اور منطوقِ قرآنی سے انحراف کرنے والے ہیں، ان کے مقابلہ میں مذہب اعتدال ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کرام، ائمہ عظام امام مالک، امام شافعی، امام اعظم اور ان کے اصحاب کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب عند الذبح مسیح علیہ السلام کا نام ذکر کیا جائے تو ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کا مصداق ہوگا لہٰذا وہ یقیناً حرام ہے اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حلال ہے کیونکہ ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کے افراد میں سے نہیں ہے اور جب اس کے افراد میں سے نہ ہو تو اس کے حلال ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اب خواہ نیت کچھ ہی ہو۔

۵۔ التفسیر الکبیر، سورۃ البقرۃ (المطبعۃ البھیۃ المصریۃ، مصر) جلد ۵ ص ۲۳

قرآن کریم سے جس قدر سمجھا جاتا ہے، اس پر سختی کے ساتھ یہ حضرات پابند ہیں نہ پہلے گروہ کی طرح حرام کو حلال کہتے ہیں نہ دوسرے طائفہ کی طرح حلال کو حرام قرار دیتے ہیں، قرآن کریم نے ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کو حرام قرار دیا ہے، یہ حضرات بھی اس کو حرام سمجھتے ہیں، اس ارشاد کو حق تعالیٰ کے دوسرے ارشاد ﴿مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ پر حمل کر کے اس کی حلّت کا فتویٰ نہیں دیتے جیسا کہ پہلے گروہ نے کیا ہے، اور جب کہ قرآن سے (بتوں کے پاس ذبائح کے سوا) صرف ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کی حُرمت ثابت ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کو اندرونی نیت و نذرِ غیر اللہ و نامزدگی کے باعث حرام کی فہرست میں داخل نہیں کرتے، جیسا کہ دوسرے طائفہ نے کیا ہے۔ "تفسیر کبیر" میں تحت آیۃ ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ ہے:

وَ قَالَ مَالِکٌ وَ الشَّافِعِیُّ وَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَ اَصْحَابُہٗ: لَا یَحِلُّ ذٰلِکَ وَ الْحُجَّةُ فِیْہِ اَنَّھُمْ اِذَا ذَبَحُوْا عَلَی اسْمِ الْمَسِیْحِ فَقَدْ اَھَلُّوْا بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَوَجَبَ اَنْ یَّحْرُمَ (۶)

(ترجمہ) ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ ذبیحہ مفروضہ (یعنی نصرانی عند الذبح مسیح کا نام ذکر کرے) حلال نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انہوں نے ذبح کے وقت مسیح کا نام ذکر کر دیا تو انہوں نے غیر اللہ کا اہلال (یعنی بلند آہنگی کے ساتھ غیر اللہ کا ذکر) کر دیا، اس لئے ضروری ہے کہ یہ ذبیحہ حرام ہو جائے، ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کرام و فقہاء عظام کے نزدیک ذبیحہ کی حِلّت و حُرمت کا مدار ذکر و عدمِ ذکر پر ہے نہ کہ کسی دوسری شے پر خواہ وہ نذر ہو یا نامزدگی۔ (۷)

۶۔ التفسیر الکبیر، (المطبعۃ البھیۃ المصریۃ، مصر) جلد ۵ ص ۲۳

۷۔ اسی طرح مفتی اعظم سندھ مفتی محمد عبد اللہ نعیمی علیہ الرحمہ نے "زوال الاشباہ فی ما أھل بہ لغیر اللہ" (ص ۳۵، مطبوعہ: مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر، کراچی) میں ذکر کیا ہے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو منقول ہے اس نے اس مسئلہ کو نہایت واضح کر دیا ہے۔ ''تفسیر کبیر'' میں ہے:

رُوِیَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْیَهُوْدَ وَ النَّصَارٰی یُهِلُّوْنَ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَلَا تَاْكُلُوْا وَ اِذَا لَمْ تَسْمَعُوْهُمْ فَكُلُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَحَلَّ ذَبَائِحَهُمْ وَ هُوَ یَعْلَمُ مَا یَقُوْلُوْنَ (۸)

(ترجمہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ سے ذبح کرتے وقت یہ سن لو کہ وہ غیر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسے ذبیحہ کو نہ کھاؤ اور جب کہ نہ سنو تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح کو حلال قرار دیا ہے اور جو وہ کہتے ہیں اس کو حق تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اہلال کے لغوی اور اصلی معنی ''رَفْعُ الصَّوْتِ'' کے ہیں اور اس کے جمیع استعمالات میں یہ ایک قدر مشترک ہے کسی امر باطن و مخفی پر اہلال کا اطلاق نہیں ہوتا حتیٰ کہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کی جلد اول کتاب الحج میں ارشاد فرمایا:

اَلْهِلَالُ كُلُّهٗ مِنَ الظُّهُوْرِ وَ اسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَ مَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ هُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِیِّ (۹)

قاموس جلد۴ میں ہے:

اِسْتَهَلَّ الصَّبِیُّ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْبُكَاءِ كَاَهَلَّ (۱۰)

۸۔ فتاویٰ عزیزی، بیان گاؤ سید احمد کبیر (مطبع مجتبائی، دہلی) جلد۱ ص۴۳

۹۔ بخاری شریف عربی (مجتبائی دہلی)، جلد اول، ص۳۱۱

۱۰۔ القاموس المحیط، باب اللام، فصل الہاء (مطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر)، جلد۴ ص۷۱

''منتہی الادب'' میں ہے:

اہلال بر آمدن ماہ نو و بآواز گریستن کودک و بر داشتن تلبیہ جز آں آواز را۔ وَ مِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾، اَیْ نُوْدِیَ عَلَیْهِ لِغَیْرِ اسْمِ اللّٰهِ (۱۱)

ان تصریحات میں اندرونی نیت و نامزدگی کی کہاں گنجائش ہے؟ اسی وجہ سے تمام تفاسیر قدیمہ میں جن پر اعتماد ہے لفظ ''اہلال'' کی تشریح بالاتفاق ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ'' کے ساتھ کی گئی ہے جس کا اعتراف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک کو ہے لیکن باوصف اس کے وہ ''اھلال'' کی بجائے نیت و نامزدگی کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم میں بجائے نیت، لفظ ''اہلال'' وارد ہونے کے متعلق اپنے ''فتاویٰ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا مَا وَقَعَ فِی الْبَیْضَاوِیِّ وَ غَیْرِهٖ مِنَ التَّفَاسِیْرِ اَنَّهُمْ قَالُوْا ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ اَیْ مَا رُفِعَ الصَّوْتُ بِهٖ عِنْدَ ذَبْحِهٖ لِلصَّنَمِ فَمَبْنِیٌّ عَلٰی مَا جَرَتْ عَادَةُ الْمُشْرِكِیْنَ فِیْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ كَانُوْا مُخْلِصِیْنَ فِی الْكُفْرِ وَ كَانُوْا اِذَا قَصَدُوا التَّقَرُّبَ بِذَبْحِ بَهِیْمَةٍ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ ذَكَرُوْا عَلَیْهَا عِنْدَ الذَّبْحِ اِسْمَ ذٰلِكَ الْغَیْرِ بِخِلَافِ مُشْرِكِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّهُمْ یَخْلِطُوْنَ بَیْنَ الْكُفْرِ وَ الْاِسْلَامِ فَیَقْصِدُوْنَ التَّقَرُّبَ بِالذَّبْحِ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ وَ یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ فَالْاَوَّلُ كُفْرٌ صُوْرَتُهٗ صُوْرَةُ الْاِسْلَامِ وَ مَا كَانُوْا یَعْتَقِدُوْنَ اَنْ لَّا طَرِیْقَ لِلذَّبْحِ اِلَّا هٰذَا سَوَاءٌ كَانَ لِلّٰهِ اَوْ لِغَیْرِ اللّٰهِ (۱۲)

۱۱۔ منتہی الادب، باب الہا، فصل اللام (مطبعۃ اسلامیہ، لاہور) جلد۲ ص۳۸۱

۱۲۔ فتاویٰ عزیزی، (مجتبائی دہلی)، ج۱ ص۳

مطلب یہ کہ کلام حق تعالیٰ کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ ذبیحہ بھی حرام ہے کہ جس میں غیر اللہ کی نیت یا نذر ہو لیکن ایسا عام لفظ کہ جو اس کو بھی شامل ہوتا اس وجہ سے نہ لایا گیا کہ قدیم مشرکین کا طریقِ ذبح مخصوص و مخلصانہ تھا، ایسی کوئی صورت ہویدا (ظاہر) نہیں ہوئی تھی کہ دل میں نیت غیر اللہ کی اور زبان پر ذکر اللہ کا۔ ورنہ پھر لفظ عام ارشاد فرما دیا جاتا، حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہماری فہم سے بالاتر ہے کیونکہ خدائے علیم و بصیر کے نزدیک حاضر و غائب و ماضی و استقبال سب ایک ہے، وہ کسی زمانہ کے مخصوص طریق پر اپنے کلام کو تنگ نہیں کرسکتا، اس نے جب قمار (جوئے) کی صورتیں ہویدا (ظاہر) ہو رہی ہیں وہ بھی اس کے مفہوم عام میں شامل ہیں، اسی طرح قیامت تک جتنی صورتیں پیدا ہوں گی وہ بھی اس مفہوم عام کے دائرہ سے نہیں نکلیں گی، قمار کہ اگر کسی مخصوص صورت پر حکمِ حُرمت ثابت ہوتا تو وہی حرام ہوتی یا کم از کم دوسری جدید صورتوں میں شک واقع ہوجاتا۔ علاوہ ازیں ہم اس کے پابند ہیں کہ النصوص تحمل علی ظواھرھا، اتباع الفاظِ نص کی چاہئے، نہ یہ کہ کسی (مخترع) کے منشاء کے تابع نص کو کر دیا جائے یوں ہوتو پھر مُلحِدین و زنادقہ کے تصرُّفات کا باب کُھل سکتا ہے کہ وہ ہر ایک نص میں ایک سبب یا منشاء قائم کر کے الفاظِ نص میں عموم یا خصوص پیدا کرنے لگیں، یہی وجہ ہے کہ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لفظ ''اہلال'' کے لغوی معنی (کہ اسی کا اعتبار ہے) سے سرِ مُو تجاوز نہیں کیا اور اس قسم کی رکیک (کمزور) تاویلات سے ان کا دامن پاک رہا اور اس لفظ کے ماتحت انہوں نے جزئیات قائم کئے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے اس کے متعلق نہایت عجیب تحقیق کی، چنانچہ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں لکھا:

> اکثر مفسرین نے ''اُھِلَّ'' کی تفسیر ذبح علیٰ اسم غیر اللہ کی ہے، معلوم ہوا کہ وہی جانور مُردار ہے جس کو بجائے بسم اللہ، غیر اللہ کا نام لے کر

> ذبح کیا ہو، جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ مطلق کہا جائے گا کہ حرام کا ایک فرد یہ بھی ہے، چونکہ جاہلیت میں اس کا زیادہ رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کردی گئی، غایۃ مافی الباب یہ تفسیر مذکور دوسرے فرد سے ساکت رہے گی، سو اس میں کچھ ضرر نہیں جب کہ اور دلائلِ حُرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کردینے میں۔ (۱۳)

اُن کے ارشاد کا یہ جملہ ''ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کردینے میں'' خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے، تصریحات بالا سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ اہلال کے معنی لغۃً ہرگز مطلق نامزد کردینے کے نہیں ہیں اور اگر یہ مسلّم بھی ہوتو پھر دوسرا فرد بھی لغۃً آیت کے تحت میں آگیا، اس سے سکوت کا کیا مطلب؟ جو حضرات کہ الفاظِ نص سے تجاوز کرجاتے ہیں اُن کی قیاس آرائیاں بھی عجیب ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اندرونی نیت کی بناء پر ذبیحہ کو حرام ارشاد فرما کر (جو ہنوز ذبح بھی نہیں ہوئے اور اس وجہ سے اس کو ذبیحہ کہنا بھی مجاز ہے) اپنے ''فتاویٰ'' اور ''تفسیر'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ہرگاہ این خُبث در وے سرایت کرد، دیگر بذکر نام خدا حلال نمی شود، مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند

اس تصریح سے حضرت شاہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسے ذبیحہ کی حُرمت پر (کہ جن میں نیت غیر اللہ کی ہو اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کردیا جائے) یہ شُبہ کرے کہ اللہ کے نام کے ذکر کردینے کا بھی تو اثر ہونا چاہئے گو کہ نیت فاسد ہی تو اس کو اس طرح رفع فرماتے ہیں کہ وہ مثل سگ و خُوک (کتے و خنزیر) کے ہوگیا جس طرح

۱۳۔ تفسیر بیان القرآن، مجتبائی دہلی، جلد اول، ص ۸۷

انہیں نامِ خدا کا ذکر ان کی حلّت کا موجب نہیں اسی طرح یہ ذبیحہ قبل ذبح حُرمت کے حیثیت سے خُوک وسگ (یعنی خنزیر اور کتے) کے افراد میں شامل ہوگیا، گوکہ اس کی صورت بکری یا گائے کی ہے اللہ کا نام ذکر کر کے ذبح کر دے گا۔ اب اس قسم کے حرام ذبیحوں اور اکلِ حرام سے بچنا قیامت ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۱۴)

اور اس سے بڑھ کر کیا حرج ہوگا؟ اور اگر وارث کی لاعلمی پر یہ حلال ہوسکتا ہے تو پھر اندرونی نیت ونذر کی لاعلمی پر وہ ذبائح بھی حلال ہونے چاہئیں جن کی حُرمت کا فتویٰ ان حضرات نے دیا ہے اور نیت ونذر کو کالعدم قرار دینا چاہئے جیسا کہ فقہاء کرام اور جمہور علماء نے کیا ہے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے جب دیکھا کہ عام طور پر فقہاء نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ اِبْتِدَاءِ الذَّبْحِ (۱۵)

جیسا کہ ''شامی'' و ''بحر الرائق'' وغیرہ میں مذکور ہے پہلی نیت (اگر اس کو داخل بھی ہے تو وہ) دوسری نیت سے منسوخ ہوسکتی ہے تو حضرت شاہ صاحب کی جس کی تجویز میں یہ ترمیم کرتے ہیں:

البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لے پھر وہ حلال ہوجاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر توبہ کے بعد پھر اس سے منحرف ہوجائے تو وہ پھر حرام ہو جائے گا، اور ایک حلال بکرا نیتوں کی گوناگوں تبدیل (تبدیلیوں) سے صدہا بار سگ و خنزیر ہوکر بدستور پھر حلال بکرا بن سکتا ہے، دیکھئے! نص سے ادنیٰ تجاوز کرنے سے کیا کیا

۱۴۔ تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ۲۲/۷۸

۱۵۔ رد المختار، کتاب الذبائح (مطبع مصطفیٰ البابی، مصر) ۵/۲۱۷

بوالعجب صورتیں پیدا ہورہی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نص کی پابندی کرتے ہوئے اندرونی نیت کا اعتبار نہیں کرتے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نیت قابلِ اعتبار نہیں اس کا قبلِ الذبح اشتہار بھی سودمند نہیں۔

البتہ اگر عند الذبح اس کا اظہار ہوجائے تو اس کا فقہاء کرام اعتبار کرتے ہیں لیکن بغیر اعلان و اظہار وہ نیت کو کالعدم ٹھہراتے ہیں، اور قبلِ الذبح تو اعلان و اظہار کا بھی اعتبار نہیں کرتے، دیکھئے یہ حکم کس قدر معقول ومؤید بالدرایت ہے کہ ذبح کے پیشتر حلال جانور حلال ہی ہوتا ہے سگ وخنزیر نہیں بنتا، نہ خیالات کی تبدیلی سے جون بدلتا ہے، جو کچھ اس کا حلّت وحُرمت ہوگی وہ ذبح کے وقت ہوگی، پس وہ حلّت وحُرمت کا مدار عند الذبح پر رکھتے ہیں نہ کہ امرِ باطن پر اور اس میں جو غیر محدود مصالح ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا، اور اس کے خلاف میں جس قدر مفاسد ہیں وہ بھی حد وحصر وشمار سے خارج ہیں۔

فقہاء کرام کا یہ مسلک اس پر مبنی ہے کہ ''مَدَارُ الْاَحْكَامِ عَلَى الظَّاهِرِ'' (احکام کا دارومدار ظاہر پر ہے) البتہ ظاہر میں وسعت دیتے ہیں خواہ قول ہو یا فعل، اُن کے نزدیک ذبیحۂ حرام کی کُل دو صورتیں ہیں اور جن کی تصریح نص قرآنی میں آچکی ہے۔

اول: ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾

ثانی: ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾، یعنی جو جانور بتوں کے نزدیک ذبح کیا جاوے۔

پہلی صورت میں قول ہے اور دوسری میں فعل، یعنی ایسا فعل جو اپنی ہیئاۃ کذائیہ سے غیر اللہ کی تعظیم کا منظر پیش کر رہا ہو، اس صورت میں فقہاء نیت تو کیا قول تک کا اعتبار نہیں کرتے کہ فعل کا درجہ قول سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

بتوں کے سامنے جانور ذبح کرنا ایسا فعل ہے جس سے بتوں کی بغایت تعظیم سمجھی

جاتی ہے اور یہی غایت تعظیم شرع میں عبادت قرار دی گئی ہے، پس جب کہ صراحۃً بتوں کی عبادت کا منظر سامنے آگیا تو اب دل میں اللہ کے لئے عبادت کی نیت کرنا یا اس کی نذر کرنا حتی کہ زبان تک سے اللہ کا نام لینا اس منظر شنیع کا کیا تدارک کرسکتا ہے؟ وحدہٗ لا شریک لہٗ کہ انہوں نے اپنے فعل وکردار سے توہین کردی، محض نیت وذکر سے اس نقصان کا کیا جبر ہوسکتا ہے بلکہ ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کی عبادت کی نیت اور اس کا ذکر خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایک مذاق ہے اور اس کا درجہ بُت سے بھی پست کرتا ہے کہ فعل کا (جو ظاہر ومحسوس ہے) تعلق بُت کے ساتھ اور اندرونی نیت ومحض زبانی جمع خرچ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، یہ بات کسی طرح شایانِ شان معبودِ حقیقی نہیں ہے۔

ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حرام قرار پائے گا، جس کے متعلق عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے اور نص بھی صراحۃً پورے اطلاق کے ساتھ وارد ہوگئی ہے، ایسا منظر جہاں متحقق ہوگا فقہاء کرام حُرمت ذبیحہ کا حکم صادر فرمادیں گے اور اُسی پورے اطلاق کے ساتھ کہ جس طرح نص میں ہے۔

﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ عام ہے اس سے کہ اس پر نامِ خدا ذکر کیا گیا ہو یا نہ ذکر کیا گیا ہو اس کا حکم نصِ قرآنی میں یہ ہے کہ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی ایسی ذبیحہ حرام ہے۔

فقہاء کرام بھی نص کی اتباع کرتے ہوئے اسی کے قائل ہیں اور اس کی تصریح کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں نامِ خدا بھی اگر ذکر کردیا جائے تو ذبیحہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ فعل سے ایسا منظر پیش نظر ہوجاوے جو ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کا صحیح مِصداق ہو۔

فقہاء کرام کے نزدیک صنم (بُت) کا انحصار سنگ کی مخصوص صورتوں میں نہیں ہے بلکہ ہر ایک غیر اللہ جس کی تعظیم وپرستش اللہ تعالیٰ کی طرح کی جائے وہ ان کے

نزدیک صنم ونُصب کا مِصداق ہے خواہ وہ کوئی ہو، کوئی بادشاہ (۱۶) وامیر ہو یا کوئی قبر ہو، وہ کسی کا استثناء نہیں کرتے، بناءً علیہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ وہ ذبائح حرام ہیں جو قبور کے سامنے ذبح کئے جاویں (۱۷)، نہ اس وجہ سے کہ یہاں کوئی اندورنی نیت فاسد ہے، یا فاسد نیت کا پہلے اشتہار ہوا بلکہ اس وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں کہ یہ فعل مشرکین کے افعال کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے اور اس فعل سے بداہۃً تعظیم قبر سمجھی جاتی ہے ایسی حالت میں اگر ذابحین (ذبح کرنے والوں) کی نیت نیک بھی ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ذبح کریں اور ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کا نام بھی ذکر کردیں، تب بھی فقہاء کرام اس ذبیحہ کو حرام قرار دیں گے، ذبیحہ کی حلّت وحرمت میں اگر محض نیت کو دخل ہوتا تو وہ ایسے ذبیحہ کو حلال سمجھتے، حالانکہ تمام فقہی کتابیں ایسے ذبیحہ کی حُرمت کا فیصلہ کررہی ہیں جیسا کہ ''درمختار'' وغیرہ کی تصریحات ہیں کہ ایسا ذبیحہ عند الذابح خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے پر بھی حرام ہی ہوگا، اندرونی نیت تو بجائے خود رہی، خود محرمینِ ذبیحۂ حلال (۱۸) بھی اس ذبیحہ کو حلال نہیں کہتے اگرچہ نیت، صالح اور نیک ہو اور خاص خدائے تعالیٰ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

پس جب کہ نیت کا یہ حضرات بھی اعتبار نہیں کرتے اور محض قبر پر ذبح ہونے کو علتِ حُرمت قرار دیتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ محض اپنے عقلی قیاس کی بنا پر نیت ونامزدگی کو دخل دے کر ذبیحۂ حلال کو حرام گردانیں۔

۱۶۔ جہاں ان کی عبادت مروّج ہو یا جو قوم ان کی عبادت کرتی ہو اور اس میں معروف ہو۔۱۲

۱۷۔ بشرطیکہ وہاں علاقہ میں یا ذابحین میں قبروں کی عبادت مروّج ہو ان صورتوں کے بغیر یہ فعل ظاہر منظر پیش نہیں کرتا اور نہ ہی بداہۃً متحقق ہوسکتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ ذبح سے قبل تقرُّب لغیر اللہ کے پائے جانے سے ارتداد متحقق ہو جاتا ہے۔۱۲ محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی

۱۸۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

اصل یہ ہے کہ بعض افعال، بغیر لحاظِ نیت ایسے ہیں کہ ان کو شرعِ مطہر نے علامتِ تکذیب وانکار قرار دیا ہے جب ان افعال کا صدور ہو جائے گا حکمِ انکار و تکذیب صادر کر دیا جائے گا گو کہ دل میں حقیقۃً انکار و تکذیب بلکہ شرک سے آلودگی تک نہ ہو، ''شرح عقائد نسفی'' میں ہے:

فَلَوْ حَصَلَ هٰذَا الْمَعْنٰى (اَىِ التَّصْدِيْقُ الْقَلْبِىُّ) لِبَعْضِ الْكُفَّارِ كَانَ اِطْلَاقُ اِسْمِ الْكَافِرِ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ اَمَارَاتِ التَّكْذِيْبِ وَ الْاِنْكَارِ كَمَا لَوْ فَرَضْنَا اَنَّ اَحَدًا صَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَقَرَّ بِهٖ وَ عَمِلَ بِهٖ وَ مَعَ ذٰلِكَ شَدَّ الزُّنَّارَ بِالْاِخْتِيَارِ اَوْ سَجَدَ لِلصَّنَمِ بِالْاِخْتِيَارِ نَجْعَلُهٗ كَافِرًا لِمَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ جَعَلَ ذٰلِكَ عَلَامَةَ التَّكْذِيْبِ وَ الْاِنْكَارِ (۱۹)

(ترجمہ) اگر یہ ''ایمان'' قلبی تصدیق بعض کافروں کو حاصل ہو جائے تو کافر کا اطلاق اس پر اس وجہ سے ہو گا کہ تکذیب و انکار کے علامات اس میں پائے جاتے ہیں، مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص نے اُن تمام اُمور کی تصدیق کی جو حضور اکرم ﷺ لائے ہیں اور اُن کی تصدیق و اقرار کیا اور ان پر عامل بھی ہو اور باوصف اس کے اپنے اختیار سے زُنّار باندھا اور بُت کو سجدہ کیا تو ہم اس کو کافر قرار دیں گے کیونکہ نبی ﷺ نے ان اُمور کو تکذیب و انکار کی علامت قرار دیا ہے۔

دیکھئے! تصدیق قلبی اور نیت خالصہ صالحہ و اقرار لسان کوئی چیز ان میں سے اس کے مومن بنانے میں کارآمد نہ ہوئی جب کہ ایسا فعل وہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ جو انکار و تکذیب کی علامت ہے۔

۱۹۔ شرح العقائد النسفیۃ، بحث الایمان (مطبع شوکت الاسلام، قندھار، افغانستان)، ص ۹۰

اسی طرح عین قدومِ امیر کے وقت جانوروں کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جو بداہۃً اس کی غایتِ تعظیم کا منظر سامنے پیش کر دیتا ہے، یہ ایسا ہے جیسے کسی رئیس کی آمد پر سلامی کی توپ داغنا، کہ اس قسم کے افعال سے رئیس کی تعظیم ہی سمجھی جائے گی خواہ نیت کچھ ہی ہو اور تاویل کچھ ہی پیش کی جائے کہ توپ چلانے سے مقصد کھیت گیدڑوں کا دفع کرنا تھا، اس قسم کی تاویلات جس طرح یہاں مفید و کارآمد نہیں ہیں، اسی طرح قدومِ امیر کے وقت عند الذبح خدا کا نام لینا تک اُس ذبیحہ کو حلال نہیں کر سکتا جب کہ ایسا فعل نمودار ہو گیا جو غایتِ تعظیم امیر پر دلالت کر رہا ہے، اسی منظر تعلیم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فقہائے کرام عام طور پر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَوْ ذَبَحَ عِنْدَ قُدُوْمِ الْاَمِيْرِ

یہ کسی نے تحریر نہیں کیا کہ

لَوْ ذَبَحَ لِلْاَمِيْرِ

کیونکہ محض امیر کی خاطر جانور ذبح کرنا اور شئے ہے اور اس کے عین استقبال کے وقت اس کے سامنے دھڑا دھڑ جانوروں کو ذبح ہونا وہ منظر پیش کر دیتا ہے جو مشرکین بتوں کے سامنے کیا کرتے تھے، اس وجہ سے فقہاء نے اس صورت کو ''مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ'' کے افراد میں شمار کر کے علی الاطلاق حکمِ حرمت صادر فرمایا، یہاں سوال نیت کا نہیں ہے بلکہ یہاں مدِ نظر فعل ہے۔

مُحرّمین ذبیحۂ حلال (۲۰) کو یہ محسوس فعل نظر نہ آیا اور اس لئے انہوں نے حلّت و حُرمت ذبیحہ کے بارے میں نیت و نامزدگی اختراع فرمالی اور اس بنا پر غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانور کو حرام ارشاد فرما گئے، جس پر عند الذبح اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور فرمانے لگے کہ یہاں ذکر اللہ بھی مفید نہیں ہے، ہم کہتے ہیں یہاں آپ کی نیت صالح بھی مفید نہیں۔ صورت مسئولہ میں آپ کے زعم کے مطابق حلّتِ ذبیحہ میں نیت مؤثر تھی لیکن

۲۰۔ یعنی، ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

یہاں نیت بھی مؤثر نہیں ہے ورنہ صاف ارشاد فرما دیجئے کہ **ذبح علی القبور و ذبح عند قدوم الأمیر** کے وقت اگر نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہے، اور اگر ایسا ارشاد فرمانے میں اس وجہ سے تامل کریں کہ یہاں فعل نے نیت و ذکر سب کو کالعدم کر دیا ہے تو اس صورت نے آپ کے اس کلیہ کو بھی درہم برہم کر دیا ہے کہ:

مدارِ حلّ وحُرمتِ ذبیحہ بر قصد ونیتِ ذابح است

(ترجمہ) ذبیحہ کے حلال اور حرام ہونے کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے۔

باوصف اس کے یہ آپ حضرات کی معصومیت ہے کہ ''درمختار''، ملفوظات حضرت مُجدّدِ الف ثانی وغیرہ سے ایسی تصریحات قلمبند فرما گئے جو بجائے آپ کے، اَربابِ حق کو مفید ہوگئیں، جو کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مدار قول پر ہے اور بعض میں مدار فعل پر ہے اور اس وجہ سے ذبیحۂ مسئولہ حلال ہے۔

نہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اس کے علاوہ اس صورت مفروضہ پر غور کیجئے کہ ایک شخص نے خالصاً اللہ تعالیٰ ایک جانور ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور عند الذبح سہواً غیر اللہ کا نام بلند آہنگی کے ساتھ نکل گیا، فرمایئے یہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو نیت کالعدم ہوگئی جو مُحرّمین ذبیحۂ حلال (۲۱) کے نزدیک مدار حلّت وحُرمت تھی، دوسرے یہ کہ اِہلال بمعنی نیت و نامزدگی نہ رہا بلکہ بمعنی رَفعُ الصَّوت رہ گیا جس کے فقہاءِ کرام اور اربابِ حق قائل تھے، اور اگر اس کو حلال ارشاد فرماتے ہو (دراں حالیکہ آپ حضرات کے سوا تمام اُمّت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کا مصداق ہے) تو پھر جس طرح ذبیحۂ مسئولہ کو (جو حلال ہے) آپ نے حرام قرار دے دیا ہے اسی طرح ذبیحہ کو جو

۲۱۔ حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والوں ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

مِصداق آیت کریمہ حرام ہے حلال قرار دے لیجئے تاکہ یہ حلّت آپ کی حُرمت کا کفارہ ہو جائے اور اگر آپ یہ ارشاد فرماویں کہ نیت صرف حرام کر سکتی ہے، حلّت میں اس کو دخل نہیں، تو پھر آپ کی یہ اصل غلط ہو جائے گی کہ ''مدارِ حلّ وحُرمتِ ذبیحہ قصد ونیت ذابح است'' اس قسم کی دشواریاں اُن کو پیش آتی ہیں جو جادۂ حق سے مُنحرف ہو جاتے ہیں۔

فقہاء کرام اور ان کے متبعین اربابِ حق کو کوئی مشکل درپیش نہیں، ان کے نزدیک ہر دو آیت کریمہ ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ دونوں عام و مطلق ہیں، ان ہر دو آیت کے ماتحت انہوں نے مدار قول و فعل پر رکھا ہے جب نیت کا آیت میں ذکر نہیں ہے تو وہ اس کا کیوں لحاظ کرتے؟ اور جب لحاظ نہیں ہے تو نیت کی مطابقت وعدمِ مطابقت کا سوال ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اب صرف واقعہ کی صورت حال باقی رہ جاتی ہے اور اس میں کوئی دشواری نہیں، اس قول و فعل کی تقسیم پر (کہ جو ہر دو آیت کی بناء پر ہے) تمام خلفشار دُور ہو جاتا ہے اور فقہاء کرام کی عبارات میں تناقض باقی نہیں رہتا۔

اسی طرح ایک دوسرا تناقض بھی اٹھ جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے نذر غیر اللہ کو حرام قرار دیا ہے ایسا کرنے والے کو ملعون تک لکھا ہے، ایسے فعل کو وہ شرک بھی لکھتے ہیں باوصف اس کے اس ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہوا ور لفظ ''اللہ'' سے مراد مسیح ہو، ان کے نزدیک وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جس میں مسلمان اللہ کا نام لینے والا محض آلۂ کار ہو اور نیت و نذر کافر کی جس کی تصریحات گزر چکی ہیں، یہ کیا تناقض و خلط مبحث ہے؟ لیکن اس میں نہ درحقیقت خلط مبحث ہے نہ تناقض۔ البتہ مُحرّمین ذبیحۂ حلال نے ضرور خلط مبحث کیا ہے اور تناقض ان کے فہم کی بناء پر ہے نہ کہ واقع میں۔

فقہاء کرام فقہاء ہیں وہ فعل اور عین میں فرق کرتے ہیں، ذبح اور ذبیحہ کو ایک نہیں سمجھتے، ذبح ذابح کا فعل ہے، ذبیحہ ذابح کا فعل نہیں ہے، بلکہ وہ ایک عین قائم

بالذّات ہے، ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلّت وحُرمت اور چیز ہے اور خود ذابح کا فعل غیر اللہ یا اللہ کے لئے ذبح یا نذر للہ یا لغیر اللہ دوسری شئے ہے۔

جب ذابح کے فعل سے بحث کریں گے تو اسی کے متعلق احکام ذکر کریں گے اور ذبیحہ کی حِلّت وحُرمت یا اس کے اَکل (کھانے) کی حِلّت وحُرمت کو نظر انداز کردیں گے، اسی طرح جب حلّت وحُرمتِ ذبیحہ پر قلم اٹھائیں گے تو ان کے پیشِ نظر صرف ذبیحہ ہوگا، فعل ذابح قلم انداز کردیں گے، اس مقام پر عام طور پر الفاظ ''یؤکل'' اور ''لا یؤکل'' ذکر کرتے ہیں، تاکہ یہ ذہن نشین ہوجائے کہ یہاں مقصد اَکلِ ذبیحہ اور عدم اَکلِ ذبیحہ ہے، فعلِ ذابح سے بحث نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ اس کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کریں گے، یا ایک کو قصدی طور پر اور دوسرے کو ضمنی طریق سے ادا کریں گے لیکن دونوں کے احکام میں خلطِ مبحث نہیں کریں گے اور نہ ایک کا حکم دوسرے کو دیں گے۔

ان کی یہ عادت تمام مسائل میں ہے، ایک مسئلہ فقہیہ سے یہ بات ذہن نشین ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے کسی دوسرے شخص کی کوئی قیمتی شئے غصب کرلی اور بجائے اس شئے کے واپس کرنے کے اس کی قیمت ادا کردی تو فقہاء کرام یہ حکم صادر کرتے ہیں کہ غاصب قیمت ادا کرنے کے بعد شئے کا مالک ہوجائے گا ان کے اس فیصلہ میں نکتہ یہ ہے کہ ایک شخص دونوں چیزوں (۱) شئے، (۲) قیمتِ شئے، کا مالک نہیں ہوسکتا جب مَغْصُوْب مِنْہُ سے شئے کی قیمت لے لی تو بالضرورۃ شئے اس کی ملک سے نکل کر غاصب کی مِلک میں آجانا چاہئے، ورنہ پھر مَغْصُوْب مِنْہ عوض ومعوض عنہ دونوں کا مالک ہو جائے گا، اس صورت میں عوض، عوض رہے گا نہ قیمت، قیمت قرار پائے گی۔

ان کے اس فیصلہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ غصب کو جائز مانتے ہیں، اُن کے نزدیک غصب بالکل ناجائز وحرام ہے لیکن جب کسی نے یہ ناجائز فعل اختیار کرلیا اور قیمت دے دی اور مَغْصُوْب مِنْہُ نے قیمت وصول کرلی تو اس کا حکم بیان کرنا ضروری

ہے، غصب کے ناجائز ہونے سے غاصب کا تملّک ناجائز نہیں ہوسکتا، غصب کی سزا کا وہ ضرور مستحق ہے لیکن شئے کا وہ مالک ہوگیا جب کہ سابق مالک نے اس کی قیمت لے لی، نکاحِ فاسد، فاسد وحرام ہے لیکن......اولاد کا نسب صحیح وثابت مانا جائے گا۔

نماز، دارِ مغصوبہ میں اگر پورے ارکان کا لحاظ کرکے ادا کی گئی ہے تو وہ صحیح و درست ہے، اس کی قضا واجب نہیں لیکن ملکِ غیر کو اتنے وقت تک بغیر اس کی اجازت کے اپنے تصرّف میں رکھنا سراسر ناجائز ہے۔

پس اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ نذر غیر اللہ ناجائز حرام بلکہ شرک ہو لیکن ذبیحہ حلال ہو، اسی طرح ذابح کافر ومشرک ہو لیکن ذبیحہ حلال طیب۔ ذبیحۂ اہلِ کتاب کو عام فقہاء حلال کہتے ہیں اور اس سے شاید مُحرِّمین ذبیحۂ حلال کو بھی انکار نہ ہوگا حالانکہ ذابح کافر ہے، پس ذابح کے کفر اور مشرکانہ نیت کا اثر خود اس کی ذات پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر۔

یہ حضرات یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فعل ذابح جب کہ ناجائز حرام ہے تو ذبیحہ کو بھی ناجائز وحرام ہونا چاہئے، اسی وجہ سے ذبیحہ کی حُرمت کے سلسلہ میں نذر غیر اللہ اور تقرّب لغیر اللہ کی حُرمت کی تصریحات بے دلیل بے تکان نقل کرتے گئے ہیں حالانکہ ان افعال کو اربابِ حق بھی ناجائز وحرام بلکہ شرک کہتے ہیں، یہ درحقیقت ان حضرات کی سادہ لوحی وفقدانِ تمیز ہے ورنہ ایسا کون ہے جو تقرّب لغیر اللہ کو جائز قرار دیتا ہو۔

لطف یہ کہ سوال ذبیحہ کی حِلّت وحُرمت کے متعلق تھا اور یہ ذابح کے افعال کے متعلق جواب دے رہے ہیں، رسمِ افتاء سے بھی یہ حضرات ناواقف ہیں، ان کے نزدیک صحتِ افعال اور ان کی مقبولیت میں بھی فرق نہیں، ریاکاری کی نماز مقبول نہیں اس کو فقہاء وصوفیہ نے شرکِ خفی سے تعبیر کیا ہے، باوصف اس کے اگر ارکان پورے طور پر ادا کئے گئے ہیں تو نماز صحیح ہے اس کا اعادہ واجب نہیں، فقہاء صحتِ نماز کا حکم دیں گے اور اس کو واجب الاعادہ نہ کہیں گے، رہی اُس کی نماز کی قبولیت وہ امر آخر ہے اس سے

جب سوال ہوگا تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ایسی نماز مقبول نہیں۔

پس فعل ذبح کے مقبول ہونا یا مردود ہونا اور چیز ہے اور ذبیحہ کا قابلِ اَکل (۲۲) ہونا یا نہ ہونا شئ دیگر ہے، اسی طرح نیت کا اثر فعل ذبح پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر، نیت اگر مؤثر بھی ہوتی ہے تو افعال میں نہ کہ اعیان میں کہ زندہ بکری کو سگ و خُوک بنادے، قبیح نیت سے افعال میں ضرور قبح پیدا ہوجائے گا نہ یہ کہ حیوانات کے ''جون'' بدلنے میں اس کو دخل ہوگا۔

نیت کی اس تاثیر کو اربابِ حق مانتے ہیں لیکن ذبح میں نہ کہ ذبیحہ میں کہ یہ خلاف نصِ قرآنی ہے، مُحرّمین ذبیحۂ حلال کے طور پر تو صرف خالص مسلم کا ذبیحہ حلال ہے جو ظاہراً اور باطناً مسلم ہو اور ذبح کے وقت نہیں بلکہ خریداری کے وقت اس کی نیت خالص بوجہہ الکریم ہو اور ذبح بالکل جائز ہو گویا ذبح، ذابح اور ذبیحہ حُسن و قبح و حُرمت میں متلازم ہیں اس طور پر کہ ذبائح اہلِ کتاب و منافقین سب ناجائز ہوں گے، حالانکہ منافقین کے ذبائح عہدِ اقدس میں عام طور پر کھائے جاتے تھے اور اہلِ کتاب کے ذبائح کی حِلّت کا انکار مُحرّمین ذبیحۂ حلال کو بھی نہ ہوگا۔

اور جب یہاں تک تنزل اختیار کیا جا سکتا ہے تو محض ان عبارات کے لانے سے کیا فائدہ؟ جس میں تقرّب لغیر اللہ کو شرک اور ایسے تقرّب کرنے والے کو مرتد اور کافر قرار دیا گیا ہے، ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک وہ کافر ہے مرتد ہے (۲۳)، لیکن اس سے ذبیحہ کے اکل و عدم کا کوئی علم نہ ہوا اور نہ ان میں اس کی کوئی صراحت ہے۔

صرف فعل ذابح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے، اب رہا مسئلۂ اکل (۲۴)، اس کا جواب تشریح طلب ہوگا کہ غیر اللہ کا نام عند الذبح لیا گیا ہے تو حرام۔ اور

۲۲۔ یعنی کھانے کے قابل ہونا۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۲۳۔ اگر ذبح کرنے والا مرتد ہو تو اللہ کے نام سے ذبح کرے تب بھی ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں رہا۔۱۲، محمد عبد القیوم قادری ہزاروی

۲۴۔ یعنی، کھانے کا مسئلہ۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

اگر اللہ کا نام لیا ہے تو حلال۔ رہا ذابح کا ارتداد و کفر اور اس کے ذبح کی مقبولیت و مردودیت یہ امرِ آخر ہے، اس سے سوال قیامت میں ہوجائے گا۔

محتسب را درونِ خانہ چہ کار

اس سے معلوم ہوا کہ منطق و فلسفہ سے جاہل ہونا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ شریعتِ حقہ سے واقفیت کمال ہے، اگر یہ کمال حاصل ہے تو اس قسم کی بدتمیزیاں ظاہر نہ ہوں گی لیکن اگر علمِ دین کی واقفیت نہیں ہے تو محض منطق و فلسفہ سے جاہل ہونا کیا کام دے سکتا ہے؟

یہ واضح رہے کہ جس طرح حرام ذبیحہ کو حلال قرار دینا قبیح و بُرا ہے، اسی طرح ذبیحۂ حلال کو محض اپنی رائے سے حرام قرار دینا بھی قبیح ہے۔